حضرت فضیل بن عیاضؒ کی زندگی کے احوال

مُؤلِّف: وسیم گل بنوی

مُرید خاص سیدی و مرشدی و مربی حضرت اقدس حضرت مولانا غفران اللہ صاحب دامت برکاتہم

(خیسور شریف)

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَۚۖ(۶۲) الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَؕ(۶۳)

ترجمہ: سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ (پ11، یونس: 63،62)

فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں پر بروزِ قیامت نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور یہ وہ حضرات ہیں جو ایمان و تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اولیاءِ کرام کا ذکر کرنے میں یہ بھی مقصود ہے کہ اِن مقربینِ بارگاہِ الٰہ (اللہ پاک کی بارگاہ میں خاص مقام رکھنے والوں) کی عظمت و شان کی معرفت نصیب ہو اور ان کے فیوض و برکات کے حصول کی طلب پیدا ہو نیز یہ مطلوب ہے کہ ان کی سیرت و صفات کا علم حاصل ہو تا کہ لوگ اُن کی راہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ یہاں اولیاءِ کرام کی نمایاں ترین اور بنیادی صفت "تقویٰ" کے متعلق کچھ تفصیل پیشِ خدمت ہے۔ اس کا زیادہ تر استفادہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب **"منہاج العابدین"** سے کیا گیا ہے۔ تقویٰ ایک نادر خزانہ ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں جمع کر کے صرف اس ایک خصلت کے تحت رکھ دی گئی ہیں۔ تقویٰ کے فضائل قرآن و حدیث میں بکثرت بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ان میں سے بارہ بیان کئے جاتے ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی یہ شان بیان فرمائی کہ یہ بڑی ہمت والا کام ہے، چنانچہ فرمایا: اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیز گار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (پ4، اٰل عمرٰن:186) (2) صاحبِ تقویٰ کو حفاظتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے، فرمایا: اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔(پ4، اٰل عمرٰن:120) (3) اللہ عَزَّوَجَلَّ متقی لوگوں کی مدد فرماتا ہے اور انہیں اپنی معیت و قرب سے سرفراز فرماتا ہے: اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ (پ10، التوبۃ:36) (4) متقی کو تکلیفوں سے نجات اور حلال رزق نصیب ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔(پ28، الطلاق:2، 3) (5) اُس کے اعمال سنوارے جاتے ہیں، فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا۔ (پ22، الاحزاب:70، 71) (6) تقویٰ اپنانے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ارشادِ عالی ہے: اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔(پ22، الاحزاب:71) (7) متقی خدا کا محبوب بن جاتا ہے، فرمایا: بیشک اللہ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔ (پ10، التوبۃ:7) (8) متقی

کے نیک اعمال مقبول ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔ (پ6،المآئدۃ:27) (9) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں قرب و مرتبہ کا معیار تقویٰ ہے جیسا کہ فرمایا: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پ26،الحجرات:13) (10) متقی کے لئے دنیاو آخرت میں خوش خبری ہے، فرمایا: وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ ان کے لئے دنیاکی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔(پ11،یونس:63،64) (11) اہلِ تقویٰ کو اللہ کریم جہنم سے محفوظ رکھے گا، فرمایا: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے۔ (پ16،مریم:72) (12) اہلِ تقویٰ کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا نصیب ہوتا ہے، فرمایا: وہ پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (پ4،اٰل عمرٰن:133)

خوبصورت استدلال ایک بزرگ نے قرآنِ مجید سے استدلال کرتے ہوئے تقویٰ کی عظمت بہت خوبصورت انداز میں بیان فرمائی، چنانچہ بزرگ سے عرض کی گئی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں وہ نصیحت کرتا ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام اگلوں پچھلوں کو فرمائی ہے، وہ ارشاد فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ (پ5،النسآء:131) یعنی آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کو اور اِس امت کو تاکید فرمائی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا تقویٰ اختیار کرو۔

تقویٰ کی حقیقت تقویٰ کے اتنے فضائل پڑھنے کے بعد دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کیا چیز ہے؟ اور ہم اسے کیسے حاصل کرسکتے ہیں؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ لفظ "تقویٰ" قرآنِ مجید میں خوف و خشیت، اطاعت و عبادت اور دل کو گناہوں سے بچانے کے معنیٰ میں بیان ہوا ہے اور ان میں تیسرا معنیٰ اس کا حقیقی معنیٰ ہے کیونکہ عربی لغت میں تقویٰ کا معنیٰ تکلیف سے بچانا اور حفاظت کرنا ہے اور چونکہ تقوی گناہوں سے حفاظت و بچت کا ذریعہ ہے اس لئے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مختار معنیٰ یوں بیان فرماتے ہیں: میں کہتاہوں: تقویٰ ہر اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہیں جس سے تمہیں اپنے دین میں نقصان کا ڈر ہو۔

تقویٰ کی اقسام: تقویٰ کے معنیٰ سے یہ واضح ہوا کہ شرک، بدعت اور کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے بچنا تقویٰ کے بڑے بنیادی درجے ہیں کہ کفر و شرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخلے کا سبب ہیں اور اس سے بڑھ کر ہلاکت و ضرر (نقصان) کیا ہوگا، یونہی کبیرہ گناہ جہنم میں داخلے کا سبب ہیں اور صغیرہ گناہوں میں بھی آخرت کا نقصان ہے لہٰذا اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اِن تین چیزوں سے بچنا حصولِ تقویٰ کے لئے ضروری ہے لیکن اس کے علاوہ مشکوک و مشتبہ چیز ترک کردینا بھی تقویٰ کا اہم درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا: اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو شک و شبہ سے خالی ہے۔ (ترمذی، ج4، ص232 حدیث:2526) نیز فرمایا: جس نے شک و شبہ والی چیزوں سے خود کو بچالیا اس نے اپنے دین و عزت کو بچالیا۔ (بخاری، ج1، ص33، حدیث:52) ان تمام درجاتِ تقویٰ کے بعد ایک اور اعلیٰ درجہ ہے اور وہ یہ کہ حلال میں بھی

صرف ضرورت کی حد تک استعمال کرے اور ضرورت سے زائد حلال چھوڑدے۔ یہ بھی تقویٰ ہے کیونکہ ضرورت سے زائد حلال میں مشغول و منہمک ہونا بندے کو حرام کی جانب لے جاتا اور گناہوں پر اُبھارتا ہے۔ نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: "بندہ اس وقت تک متقین کے مرتبے تک نہیں پہنچتا جب تک یہ نہ ہو کہ ناجائز میں پڑنے کے خوف سے جائز کو بھی چھوڑ دے۔" (ترمذی، ج4، ص205، حدیث:2459) یعنی حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے زائد از ضرورت حلال کو بھی چھوڑ دے۔

تقویٰ کا شرعی حکم: گناہ سے بچنے والی صورت میں تقویٰ فرض ہے اور اسے چھوڑنے والا عذابِ نار کا مستحق ہو گا جبکہ دوسری صورت میں تقویٰ بھلائی و ادب ہے اور اسے چھوڑنے کی وجہ سے روزِ قیامت روکا جائے گا، حساب ہو گا اور سرزنش و ملامت کی جائے گی۔ لہٰذا جب بندہ اوپر بیان کردہ ہر قسم کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو وہ کامل متقی کہلاتا ہے اور یہیں سے درجۂ ولایت کی ابتدا ہوتی ہے۔

حدیث قدسی

حضور نبیِّ کریم، رءوفٌ رَّحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهُ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا

یعنی اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے جنگ کا اِعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں سے میرا قُرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض سے زیادہ مجھے کوئی شے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتّٰی کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری، ج4، ص248، حدیث:6502) ولیُّ اللہ کون ہے؟ قراٰنِ عظیم میں اللہ تعالٰی نے اپنے اولیا کی صفات ان کلمات سے بیان فرمائی ہیں: (اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (٦٢) الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ (٦٣)) ترجمۂ کنز الایمان: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔ (پ11، یونس:63،62)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے احوال

علّامہ بدرُالدّین عینی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ولیُّ اللہ وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صِفات کا عالِم ہو، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخلص ہو۔(عمدۃ القاری، ج15، ص576، تحت الحدیث:6502)

حضرت ملاّ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی فرماتے ہیں: ولیُّ اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی ہوگیا کہ اسے ایک لمحے کے لئے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت اور مسلسل اطاعت و فرمانبرداری کا متوّلی ہو جائے گُناہوں سے محفوظ رہے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مُراد ہے اور دوسرے کا نام سالِک یا مُرید ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، ج5، ص40، تحت الحدیث:2266)**دشمنِ اولیا سے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ** اس حدیثِ قُدسی میں اللہ تعالیٰ نے دشمنِ اولیا سے جنگ کا اعلان فرمایا ہے اور قراٰنِ پاک میں سُود خوروں سے بھی جنگ کا اعلان ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۲۷۸)فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ-) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔(پ3، البقرۃ، 278، 279)

صرف انہی دو اعمال پر ایسی سَخت وعید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ دونوں عمل بہت خطرناک ہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے جنگ فرمائے گا تو اس کا خاتمہ بُرا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والا کبھی فَلاح نہیں پا سکتا۔(مرقاۃ المفاتیح، ج5، ص41، تحت الحدیث:2266)

حدیث شریف میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "میں اس بندے کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اِلٰی آخِرِہٖ" اس کی شرح میں علّامہ خَطابی فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ میں اپنے اس بندے کیلئے مذکورہ اعضاء سے مُتعلّقہ افعال کو آسان کر دیتا ہوں اور میں اسے ان کاموں کی توفیق دیتا ہوں۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج5، ص41، تحت الحدیث:2266)

حکیمُ الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کُفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لئے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لئے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فَنَا فِی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خُدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ایسے کام کرلیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السّلام نے کَنعان میں بیٹھے ہوئے مِصر سے چلی ہوئی قمیصِ یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تین میل کے فاصلہ سے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے احوال

چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیانے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تختِ بلقیس لاکر شام میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر نے مدینہ منوّرہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچادی۔ حضورِ انور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمالئے، یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں۔ آج نار (آگ) کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس، ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھارہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقتِ اولیا کے منکر ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج3، ص308)

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ

ابتدائی حالات زندگی

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ بڑے زبردست اور یگانہ روزگار ولی گذرے ہیں۔ اللہ کی کرم نوازی دیکھیں کہ پہلے ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ مگر توبہ کرنے کے بعد بارگاہِ خداوندی میں وہ مقام پایا کہ جس کا حساب نہیں۔

ابتداء میں عجیب حالت تھی۔ ایک گھنے جنگل میں نگاہوں سے دور، خیمہ زن رہتے۔ پشینہ کی ٹوپی ٹاٹ کے کپڑے، گلے میں تسبیح۔ نماز کے اتنے پابند کہ کبھی بلا جماعت نماز نہ پڑھتے اور ساتھیوں میں سے بھی جو نماز نہ پڑھتا اسے اپنے سے علیحدہ کر دیتے۔ جتنے خدام تھے وہ بھی نمازی تھے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ عبادت میں گونہ انہماک بھی تھا۔ نفلی روزے بکثرت رکھتے۔ سب کے سب چور ڈاکو اور سب کے سب نمازی و عبادت گزار۔ بڑے بڑے قافلے لُوٹتے۔ ڈاکو لُوٹ کا سارا مال لا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے۔ چونکہ آپ سردار تھے اور مال آپ ہی تقسیم کرتے لہذا حسب پسند مال اپنے لئے رکھ لیتے۔ ایک روز ایک بڑا قافلہ ادھر سے گزرا۔ ڈاکو اس پر حملہ آور ہوئے۔ ایک شخص قافلہ سے علیحدہ ہو کر اپنی نقدی کسی محفوظ جنگل میں دفن کرنے کو نکل گیا اس نے جو دیکھا کہ خیمہ میں ایک شخص تسبیح و مصلے سمیت بیٹھا ہے تو اس نے بزرگ سمجھ کر پیسہ اس کے سپرد کر دیا اور قافلہ میں آگیا۔ قافلہ کے لٹنے کے بعد وہ خیمہ کی طرف پیسہ لینے آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ڈاکو وہاں بیٹھے ہوئے لوٹا ہوا مال باہر تقسیم کر رہے ہیں۔ وہ بہت پریشان ہوا کہ میں نے اپنی نقدی اپنے ہاتھوں ڈاکوؤں کے حوالے کر دی۔ وہ خوف سے پیچھے مڑا ہی تھا کہ حضرت فضیل رحمہ اللہ علیہ نے دیکھ کر دور سے آواز دی۔ یہ ڈرتا ڈرتا گیا۔ پوچھا کیوں آیا ہے؟ آہستہ سے رک رک کر کہا کہ اپنی امانت لینے آیا تھا۔ آپ نے اس کی امانت بلا تکلف اس کے سپرد کر دی۔ ڈاکوؤں کے استفسار پر آپ نے اس کی یہ توجیہ کی کہ اس شخص نے میرے متعلق نیک گمان کیا تھا اور میں بھی اللہ تعالیٰ پر نیک گمان کرتا ہوں۔

میں نے اس کا گمان سچ کر دیا تا کہ اللہ میرے گمان کو سچ کر دے۔ اس کے بعد دوسرا قافلہ گذرا اور وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ قافلہ ہی کے ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارا سردار کہاں ہے۔ بولے دریا کے کنارے نماز پڑھ رہا ہے۔ کہا نماز کا وقت تو نہیں۔ بولے نفلی نماز پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شامل نہیں۔ بولے روزے سے ہے کہا رمضان تو نہیں ہے بولے نفلی روزے رکھے ہوئے ہے۔ یہ شخص متعجب ہو کر آپ کے پاس آیا اور پوچھا حضرت نماز روزے کی یہ دھوم دھام اور اس پر چوری اور ڈاکہ زنی۔ فرمایا کیا تو نے قرآن میں وہ آیت نہیں پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ "جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور نیک اور برے دونوں عمل کیے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ انہیں بخش دے اور ان کے گناہ معاف کر دے گا۔

توبہ کی کیفیت

عشق نے قلب میں آگ لگائی، غربانوازی نے کشش پیدا کی، عبادت و ریاضت نے دل کو نرم کیا اور آقائے حقیقی کا کرم ہوا۔ شب کے وقت ایک قافلہ ادھر سے گزرا۔ ایک شخص اونٹ کی پشت پر بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھتا جا رہا تھا کہ یہ آیت آپ کے گوش زد ہوئی "اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ" (سورہ حدید آیت نمبر 16) یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ایمانداروں کے قلوب اللہ کے ذکر سے لرزنے لگیں۔

ایک برق تھی جو کوندگئی ایک تیر تھا جو جگر میں پیوست ہو گیا۔ ایک چنگاری تھی جس نے جی جان میں ایک آگ لگا دی۔ آپ "آگیا" کہتے ہوئے بے تابانہ نکل کھڑے ہوئے۔ زار و قطار روتے تھے اور جنگل میں ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے۔ تمام معاصی گذشتہ سے توبہ کی۔ جس جس کا مال لوٹا تھا اور اسے آپ جانتے تھے فرداً فرداً اس کے پاس پہنچے اور قصور معاف کراتے۔ انہی میں ایک شقی القلب یہودی بھی تھا وہ کسی طرح معاف کرنے پر راضی نہ ہوتا تھا۔ پہلے اس نے ریت کے ایک بڑے ٹیلے کو اٹھا کر پھینک دینے کی شرط عائد کی، جو ایک ہوائے غیبی سے راتوں رات فنا ہو گیا۔ پھر بولا اچھا میں قسم کھا چکا تھا کہ جب تک میرا مال نہ دے گا میں معاف نہ کروں گا۔ میرے سرہانے اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ زمین سے نکال کر مجھے دے دیجئے۔ آپ

رحمہ اللہ علیہ نے اسی وقت تھیلی نکال کر اس کے حوالے کی۔ یہودی یہ دیکھ کر فوراً مسلمان ہو گیا بولا میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ جو شخص سچی توبہ کرتا ہے وہ اگر مٹی میں ہاتھ ڈالے تو سونا ہو جاتی ہے۔ میں نے اسی آزمائش کے لیے ایک تھیلی خاک سے بھر کر رکھ لی تھی۔ اب مجھے علم ہو گیا ہے کہ تمہاری توبہ بھی سچی ہے اور دین بھی حق ہے۔

اقوال زریں

فرمایا جب اللہ تعالیٰ بندے کو دوست بناتا ہے تو بہت تکالیف دیتا ہے اور جب دشمن بناتا ہے تو دنیا اس پر فراخ کر دیتا ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور عقل کی زکوٰۃ غم ہے۔ جس پر خوف الٰہی غلبہ پالیتا ہے۔ اس کے منہ سے کوئی فضول اور غیر مفید بات نہیں نکلتی اور دنیا کی غیبت کرنا ترک کر دیتا ہے اور اللہ سے ڈرنے والے سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اس سے نہیں ڈرتا اس سے کوئی نہیں ڈرتا اور بندہ کا علم اس کے عمل کے مطابق ہوتا ہے اس وقت تک دنیا میں کسی کو کوئی چیز نہیں ملتی جب تک کہ آخرت کے توشے اس کے لیے کم نہ کر لئے گئے ہوں۔ فرمایا تین چیزوں کی تلاش عبث ہے کہ وہ نایاب ہیں اولاً ایسا عالم جس کا عمل اس کے علم کے برابر ہو۔ ثانیاً ایسا عامل جس کا اخلاص اس کے اعمال کے مساوی ہو۔ تیسرا ایسا بھائی جو بے عیب ہو۔ زبان سے اظہار محبت کرنے اور دل میں دشمنی رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے۔ فرمایا جوانمردی یہ ہے کہ کسی سے امداد طلب نہ کرے توکل یہ ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ رکھے اور اس کے سوائے کسی سے نہ ڈرے اور زاہد وہ ہے جو پیکر تسلیم و رضا ہے خواہ وہ کچھ کرے۔ متوکل وہ ہے جو اللہ پر یقین و اعتبار رکھتا ہو اور اس کی شکایت نہ کرے۔ فرمایا جب کوئی تجھے پوچھے کہ تو اللہ کو دوست رکھتا ہے تو خاموش رہ کہ انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اقرار کرے گا تو تیرے کام دوستوں جیسے نہ ہوں گے اور یہ محض جھوٹ ہو گا۔ بہت سے لوگ طہارت گاہ سے پاک ہو کر آتے ہیں اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو بیت اللہ سے باہر آتے ہیں تو پلید ہو کر آتے ہیں۔ دو عادتیں دل کو فاسد کر دیتی ہیں۔ بہت سونا اور بہت کھانا۔ فرمایا اگر مجھے حکم دیا جائے کہ ایک دعا مانگ لے وہ ضرور مقبول ہو گی تو میں ایک بادشاہ کی اصلاح کے لیے دعا مانگوں۔ کیوں کہ اس ایک کی اصلاح سے ایک دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔

خشیت الٰہی

آپ پر ہمیشہ خوف الٰہی غالب رہتا تھا۔ تیس برس تک کسی نے آپ کے لبوں پر تبسم نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک قاری کو پوری خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے سنا۔ فرمایا کہ اسے میرے بیٹے کے پاس لے جاؤ مگر سورہ القارعہ اس کے سامنے نہ پڑھنا کہ اس میں قیامت کا ذکر ہے اور اس میں اس ذکر کے سننے کی طاقت نہیں۔ اتفاق سے قاری صاحب نے سورہ القارعہ ہی پڑھنی شروع کردی۔ صاحبزادہ نے اسی وقت ایک نعرہ مارا اور دم توڑ دیا۔

تعارف:☜

آپؒ کا شمار نہ صرف اہلِ تقویٰ ، اہل ورع میں ہوتا ہے بلکہ آپ مشاخین کے پیشوا و طریقت کے ہادی، ولایت وہدایت کے مہر منور، کرامات وریاضت کے اعتبار سے اپنے دور کے شیخ کامل تھے۔ آپؒ کے ہم عصر آپؒ کو صادق ومقتداء تصور کرتے تھے۔

حالات:☜

آپؒ ابتدائی دور میں ٹاٹ کالباس پہنے، اونی ٹوپی پہنے، اور گلے میں تسبیح ڈالے صحرا بصحرا لوٹ مار کیا کرتے تھے اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ اور پورامال تقسیم کرکے اپنے لیے اپنی پسندیدہ شئے رکھ لیا کرتے تھے۔ اسکے باوجود آپؒ خود پانچوں وقت کی نماز پڑھتے تھے بلکہ ساتھوں اور خدّام میں سے جو نماز نہیں پڑھتا تھا اس کو خارج از جماعت کردیتے تھے۔

عجیب واقعات:☜

ایک مرتبہ کوئی مالدار قافلہ اس جگہ سے گزر رہا تھا۔ ان میں ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اس نے لٹیروں کے ڈر سے کہ رقم بچ جائے، تو بہت اچھا ہو، پھر صحرا میں رقم دفن کرنے کے لیے جگہ کی تلاش میں نکلا، تو وہاں ایک بزرگ کو مصلیٰ بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھا تو کچھ مطمئن سا ہو گیا۔ اور وہ رقم اس بزرگ کے پاس رکھ کر جب قافلہ کی جانب پہنچا تو سارا قافلہ لٹیروں

کی نظر تھا۔ وہ شخص جب ان بزگ کے پاس اپنی رقم واپس لینے پہنچا تو کیا دیکھتا ہے، کہ وہ بزرگ لٹیروں کے ساتھ مل کر مال غنیمت تقسیم کر رہیں تھے۔ اس بے چارے نے اظہار تاسف کرتے ہوئے بولا کہ میں نے اپنی رقم اپنے ہی ہاتھوں ایک ڈاکوں کے حوالے کر دی۔ لیکن حضرت فضیلؒ نے اسے اپنے پاس بلا کر پوچھا! کہ یہاں کیوں آئے ہو؟؟؟ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ اپنی رقم واپسی کے لیے!!! تو آپؒ نے فرمایا کہ جس جگہ رکھ کر گئے تھے وہیں سے اٹھالو۔ جب وہ اپنی رقم لے کر واپس ہو گیا تو آپؒ کے ساتھیوں نے کہا،،، کہ اپؒ نے اس رقم کو باہمی تقسیم کرنے کے بجائے اسکو واپس کیوں کر دی؟؟؟ آپؒ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا!!!! اور میں اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ پر اعتماد رکھتا ہوں!!!

چند دنوں بعد ساتھوں نے پھر سے ایک قافلہ لوٹ لیا۔ جس میں بہت ساماں و متاع ہاتھ آیا لیکن اہل قافلہ میں سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کوئی سر غنہ ہے؟؟؟ ساتھوں نے کہا کہ ہیں تو سہی لیکن اس وقت وہ لبِ دریا نماز میں مشغول ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔۔۔ رہزنوں نے کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے۔۔ اس نے سوال کیا کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو وہ تمہارے ہمراہ نہیں کھاتا؟؟؟ ساتھیوں نے جواب دیا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس نے سوال کیا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے؟؟؟ ساتھیوں نے کہا کہ نفلی روزے رکھتا ہے۔ یہ حالات سن کر وہ شخص حیرت زدہ ہو گیا اور حضرت فضیلؒ کے پاس جا کر عرض کیا کہ صوم و صلوۃ کے ساتھ رہزنی کا کیا تعلق؟؟ آپؒ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟؟؟ جب اس شخص نے اثبات میں جواب دیا، فضیلؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائیؒ☜

"(وآخرون اعترفوابذنوبھم خلطوا عملاً صالحا)" یعنی دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے، انکے ساتھ عمل صالح کو خلط ملط کر دیا۔ آپؒ کی زبانی قرآنی آیت سن کر وہ شخص محو حیرت رہ گیا۔

روایت ہے کہ آپؒ بہت بامروت و باہمت تھے۔ جس کارواں میں کوئی عورت یا ان کے پاس قلیل متاع ہوتا تو اس قافلہ کو نہیں لوٹتے تھے۔ اور جسکو لوٹتے اسکے پاس کچھ نہ کچھ مال و متاع چھوڑ دیتے۔

سبق آموز واقعہ:☜

ایک مرتبہ رات میں کوئی قافلہ آکر ٹھرا اس میں کوئی شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔(الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ)

یعنی کیا اھل ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ جل جلالہ کے ذکر سے خوف زدہ ہو جائیں۔

اس آیت کا حضرت فضیلؒ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ کسی نے تیر مارا ہو۔ اور آپؒ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ یہ غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہیگا کہ اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ جل جلالہ کی راہ میں نکل پڑیں۔ یہ کہتے ہوئے زار و قطار روئے اور اس کے بعد مشغول ذکر و ریاضت ہو گئے اور ایک صحرا میں جانکلے جہاں کوئی قافلہ پڑاوٗ ڈالے ہوئے تھا۔

اہل قافلہ میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ فضیل ڈاکے ڈالتا ہے ہمیں اپنا راستہ تبدیل کر دینا چاہیئے۔ یہ سن کر آپؒ نے کہا کہ اب بالکل بے فکر ہو جائیں کیونکہ میں نے رہزنی سے توبہ کرلی ہے۔ پھر ان لوگوں سے جن کو آپؒ سے تکلیف پہنچی تھی آپؒ نے ان سے معافی طلب کی۔ لیکن ایک یہودی نے معاف کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط لگادی کہ اگر سامنے والی پہاڑی کو یہاں سے ہٹادو میں معاف کر دونگا۔ چنانچہ آپؒ نے اسکی مٹی اٹھانی شروع کر دی اور ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پوری پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہو گئی۔ یہودی نے یہ دیکھ کر اپنے دل سے آپؒ کی دشمنی ختم کر دی اور عرض کیا کہ میں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک تم میرا مال واپس نہیں کروگے میں تمہیں معاف نہیں کرونگا۔ لہٰذا اس تکیہ کے نیچے اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ اٹھا کر آپؒ مجھے دے دیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ہو جائے۔ چناچہ آپؒ نے وہ تھیلی اٹھا کر اسکو دے دی۔

اسکے بعد اس نے یہ شرط لگائی کہ پہلے مجھے مسلمان کرلو پھر معاف کرونگا۔ پھر آپؒ نے اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا پھر اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ تھی۔۔ کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ اگر صدق دلی سے تائب ہونے والا خاک کو ہاتھ لگادیتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔ لیکن مجھے اس بات پر یقین نہیں تھا۔ اور آج جبکہ میری تھیلی میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ اور آپؒ نے مجھکو دی تو واقعی اسمیں سونا نکلا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپؒ کا مذہب سچا ہے۔

ہارون رشید کا آپؒ کے پاس آنا

ایک رات ہارون رشید نے فضل برمکی کو حکم دیا کہ مجھے کسی درویش سے ملوادو۔ چنانچہ وہ حضرت سفیانؒ کی خدمت لے گیا اور دروازے پر دستک دینے کے بعد حضرت سفیانؒ نے پوچھا کہ کون ہے؟ تو فضل نے کہا کہ امیر المؤمنین ہارون رشیدؒ تشریف لائے ہیں۔ سفیانؒ نے کہا کہ کاش مجھے پہلے علم ہوتا تو میں خود استقبال کے لیے حاضر ہوتا۔ یہ سن کر ہارون رشیدؒ نے فضل سے کہا کہ میں جیسے درویش کا متلاشی تھا ان میں وہ اوصاف نہیں ہیں اور تم مجھے یہاں لیکر کیوں آئے؟ فضل نے عرض کیا کہ آپ جس قسم کے بزرگ کی جستجو میں ہیں وہ اوصاف صرف فضیل بن عیاض میں ہیں۔

پھر فضل انکو فضیل بن عیاضؒ کے یہاں لے گیا۔ اس وقت آپؒ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے۔(اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا) یعنی کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنہوں نے برے کام کیے ہم انہیں نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دینگے۔ یہ سن کر ہارون رشیدؒ نے کہا کہ اس سے بڑی نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ پھر جب دروزاے پر دستک دینے کے جواب میں حضرت فضیلؒ نے پوچھا کہ کون؟ تو فضل برمکی نے کہا کہ امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔ آپؒ نے اندر ہی سے فرمایا کہ انکا میرے پاس کیا کام؟ اور مجھے ان سے کیا واسطہ؟ آپ لوگ میری مشغولیت میں حارج نہ ہو۔

پھر فضل برمکی نے کہا کہ اولوالامر کی اطاعت فرض عین ہے۔ آپؒ نے فرمایا مجھے اذیت نہ دو۔ پھر فضل نے کہا کہ اگر آپؒ اندر داخلہ کی اجازت نہیں دیتے تو بلا اجازت داخل ہو جائینگے۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں تو اجازت نہیں دیتا ویسے بلا اجازت داخلہ پر تم مختار ہو۔ اور جب دونوں اندر داخل ہوئے تو آپؒ نے شمع بجھادی تاکہ ہارون رشید کی شکل نظر نہ آسکے۔ لیکن اتفاق کے تاریکی میں ہارون رشید کا ہاتھ آپؒ کے ہاتھ پر پڑ گیا تو آپؒ نے فرمایا کتنا نرم ہاتھ ہے۔ کاش جہنم سے نجات حاصل کر سکیں۔۔۔ یہ فرما کر آپؒ نماز میں مشغول ہوگئے۔ فارغ نماز ہونے کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ کچھ ارشاد فرمایئے۔ تو آپؒ نے ارشاد فرمایا؛ کہ تمہارے والد حضور ﷺ کے چچا تھے چنانچہ انہوں نے جب حضور ﷺ سے استدعا کی کہ آپ ﷺ مجھے کسی ملک

کا حکمراں بنا دیجیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے تیرے نفس کا حکمراں بناتا ہوں۔ کیونکہ دنیا کی حکومت توروز محشر وجہ ندامت بن جایئگی۔

یہ سن کر ہارون نے ارشاد فرمایا کہ کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب عمر بن عبد العزیز کو سلطنت حاصل ہوئی تو انہوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کرکے فرمایا کہ میرے اوپر ایک ایسا بار گراں ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہر سن رسید کو باپ کی جگہ تصور کرے۔ اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی اور بیٹے کے، اور ہر عورت کو ماں بیٹی اور بہن سمجھے۔ انہیں رشتوں کے مطابق ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

ہارون رشید نے کہا کچھ اور ارشاد فرمایئے پھر آپؒ نے کہا کہ،،، پوری مملکت اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو، بزرگوں پر مہربانی اور چھوٹوں سے ہمدردی، بھائیوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ تمہاری حسین و جمیل صورت نار جہنم کا ایندھن نہ بن جائے؟؟؟ کیونکہ بہت سی حسین صورتوں کا جہنم میں جا کر حلیہ تبدیل ہو جایئگا اور بہت سے امیر اسیر ہو جائینگے۔ اللہ جل جلالہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لیے ہمیشہ چوکس رہو۔ وہاں ایک ایک مسلمان کی باز پرس ہوگی۔ اگر تمہاری قلمرو میں ایک عورت بھی بھوکی سوگئی تو تمہارا گریباں پکڑیگی۔

ہارون رشید پر نصیحت آمیز گفتگو سنتے سنتے غشی طاری ہوگئی اور فضل برمکی نے آپؒ سے عرض کیا! کہ جناب بس کیجیئے، آپؒ نے تو امیر المؤمنین کو نیم مردہ کر دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اے ہامان چپ ہو جا میں نے نہیں تونے اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ در گور کر دیا ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید پر عجیب رقت طاری ہوگئی اور فضل سے فرمایا کہ مجھے فرعون تصور کرنے کی بابت تجھے ہاماں کا خطاب دیا۔ پھر ہارون نے دریافت کیا کہ آپؒ کسی کے مقروض تو نہیں؟ آپؒ نے فرمایا کہ ایک اللہ جل جلالہ ہی کا قرض دار

ہوں اور اسکی ادائیگی اطاعت سے ہی ہو گی۔ لیکن اسکی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیونکہ محشر میں میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہو گا۔

پھر ہارون نے فرمایا کہ میرا مقصود دنیاوی قرض تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی عطاء کردہ نعمتیں ہی اتنی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اسکے بعد ہارون نے بطور نذرانہ ایک تھیلی جسمیں دس ہزار اشرفیاں تھی، دیتے ہوئے کہ کہا کہ یہ مجھے میری ماں سے بطور وراثت ملی تھیں اس لیے یہ طعام حلال ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ صد حیف،،، کہ میری تمام نصائح بے سود ہو کر رہ گئیں کیونکہ تم نے ذرا سا بھی اثر نہیں قبول کیا۔ میں تمہیں دعوت و نجات دے رہا ہوں اور تم مجھے قعر و ہلاکت میں جھونک دینا چاہتے ہو؟؟؟ کیونکہ مال مستحقین کو ملنا چاہیئے اور تم غیر مستحقین میں تقسیم کرنے کے خواہاں ہو؟ پھر رخصت ہوتے وقت ہارون رشید نے فضل برمکی سے کہا کہ یہ واقعی صاحب فضل بزرگوں میں سے ہیں۔

حضرت فضیلؒ ایک مرتبہ اپنے بچے کو آغوش میں لیکر پیار کر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا کہ کیا آپؒ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا بے شک! پھر بچے نے سوال کیا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو بھی محبوب رکھتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا ہاں۔ پھر ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع ہو سکتی ہے؟ یہ سنتے ہی بچے کو آغوش سے اتار کر مصروف عبادت ہو گئے۔

میدان عرفات میں لوگوں کی گریہ وزاری دیکھ کر فرمایا کہ اگر اتنے گریہ کے ساتھ کسی بخیل سے بھی اسکی دولت مانگی جاتی تو وہ انکار نہیں کرتا۔ پھر فرمایا یا الہٰی اس قدر گریہ وزاری کرنے کے بعد مغفرت طلب کرنے والوں کو تو معاف فرما دیگا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپؒ سے سوال کیا کہ عرفات کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ اگر فضیلؒ ان میں نہ ہوتا سب کی مغفرت ہوتی۔

رموز وارشادات:☜

ایک مرتبہ کسی نے آپؒ سے سوال کیا کہ خدا کی محبت معراج کمال تک کس وقت پہنچتی ہے؟ فرمایا کہ جب جب دنیا اور دین بندے کے لیے مساوی ہو جاے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص لبیک اس خوف سے نہ کہتا ہو کہ اگر اسکا جواب نفی میں نہ مل جائے، تو اسکے متعلق آپؒ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا کہ اس سے بلند مرتبت کوئی نہیں۔ پھر اس دین کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل دین کی بنیاد ہے۔ عقل کی بنیاد علم اور علم کی بنیاد صبر ہے۔

حضرت احمد ابن یہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت فضیلؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ طالب دنیا رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔ اور جب میں نے اپنے متعلق کچھ تنصحت کرنے کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ خادم بنو کیونکہ خادم بننا ہی وجہ سعادت ہے۔

ایک مرتبہ بشر حافیؒ نے پوچھا کہ زہد ورضاء میں افضل کون ہے؟ فرمایا رضاء کو فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ جو راضی رہتا ہے وہ اپنی بساط سے زیادہ طلب نہیں کرتا۔

آپؒ نے حضرت عبد اللہ کو آتا دیکھ کر فرمایا جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ ورنہ میں لوٹ جاؤنگا۔ تمہاری آمد کی غایت یہ ہوتی ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کریں۔

حضرت فضیل بن عیاض ؒ کی زندگی کے احوال

ایک بار آپؒ نے کسی سے حاضر خدمت ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ میری آمد کا مقصد آپکی شیریں بیانی سے محظوظ ہونا ہے۔ آپؒ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات میرے لئے بہت ہی وحشت انگیز ہے کہ تمہاری آمد کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم دونوں جھوٹ اور فریب میں مبتلا ہیں لہذا یہاں سے فوراً چلے جاو۔

ایک مرتبہ آپؒ نے عرض کیا کہ میری خواہش اس غرض سے علیل ہونے کی ہے کہ باجماعت نماز اداءنہ کرنی پڑے اور کسی کی شکل تک نظر نہ آئے۔ کیونکہ بندگی ایک ایسی خلوت نشینی کا نام ہے جس میں کسی صورت کی نظر نہ پڑے۔

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ میںؒ ایسے شخص کا بہت ممنون ہوتا ہوں جو نہ مجھ سے سلام کرے اور نہ میری احوال پرسی کرے۔ کیونکہ لوگوں سے میل ملاپ اور عدم تنہائی نیکی سے بہت دور کر دیتی ہیں۔ اور جو شخص محض اعمال پر گفتگو کرتا ہے اسکی ہر بات لغو اور بے سود ہوتی ہے۔

جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے خوف رکھتا ہے اسکی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس دوست کو غم اور دشمن کو عیش عطاء کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح جنت میں رونا عجیب بات ہے اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تو تعجب انگیز بات ہے۔ کیونکہ نہ جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی۔ اور جسکا دل خشیت الہی سے لبریز رہتا ہے اس سے ہر شے خوف زدہ رہتی ہے۔

فرمایا بندے میں زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جس قدر اسکو آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔ فرمایا پوری امت محمدیہ میں ابن سیرین سے زیادہ بیم و درجا کسی کو نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ اگر دنیا کی ہر لذت میرے لیے کر دی جاتی پھر بھی میں دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا کہ لوگ حرام اور مردار شئے سے نادم ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے برائیوں کے مجموعہ کو دنیا کا نام دے دیا ہے۔ اور دنیا سے بری الذمہ ہو کر لوٹنا اتنا مشکل ہے جتنا دنیا میں آنا آسان ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ دارالامراض میں پاگلوں کی مانند تنگ جگہ

میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر آخرت خاکی ہوتی اور دنیا خالص، لیکن پھر بھی دنیا فانی رہتی اور لوگوں کی خواہش خاکی ہونے کے باوجود آخرت ہی کی جانب ہوتی۔ لیکن دنیا خاکی ہے اور آخرت ذر خالص۔ پھر بھی آخرت کی جانب لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔

فرمایا کہ دنیا میں جب کسی کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ تو آخرت میں اسکے سو حصے کم کر دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہاں تو صرف وہی ملیگا جو دنیا سے کمایا ہے۔ لہذا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ آخرت کے حصہ میں کمی کر لے یا زیادتی۔ فرمایا کہ دنیا میں عمدہ لباس اور اچھا کھانا کھانے کی عادت نہ ڈالو کیونکہ محشر میں ان چیزوں سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔

ارشاد فرمایا کہ ہم انبیاء اکرام میں سے کسی ایک نبی سے پہاڑ پر ہم کلام ہونگے۔ چناچہ طور سیناء کے علاوہ تمام پہاڑ فخر و تکبر کا شکار ہو گئے۔ اسلئے اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا کیونکہ عجز خدا کی پسندیدہ شئے ہے۔

تین چیزوں کا حصول دشوار ہے:☜

فرمایا کہ تین چیزوں کے حصول میں ناممکن ہے اس لیے انکی جستجو نہ کرو۔

۱۔ ایسا عالم جو مکمل طور پر آپ پر علم پر عمل پیرا ہو۔

۲۔ ایسا عامل جس میں اخلاص بھی ہو۔

۳۔ وہ بھائی جو عیوب سے پاک ہو،

کیونکہ جو فرد اپنے بھائی کا ظاہری دوست ہو اور باطنی دشمن ہو اس پر صدا خدا کی لعنت رہتی ہے۔ اور اسکی سماعت اور بصارت سلب کرنے کا خدشہ رہتا رہتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی زندگی کے احوال

فرمایا کہ متوکل وہی شخص ہے جو خدا کے علاوہ نہ تو کسی سے خائف ہو اور نہ کسی سے امیدے وابستہ کرے۔ کیونکہ توکل خدا پر شاکر اور قانع رہنے کا نام ہے۔

اہم اوقعہ:☜

ایک مرتبہ آپؒ کے بچے کا پیشاب بند ہو گیا تو آپؒ نے دعا کی کہ اے اللہ جل جلالہ تجھے میری دوستی کا واسطہ اسکا مرض دور کر دے۔ چنانچہ اسی وقت بچہ صحت یاب ہو گیا۔

آپؒ کی دعادائمی

اپنی دعاؤں میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ جل جلالہ تیرا دستور یہ ہے کہ اپنے محبوب بندوں اور اسکے بیوی بچوں کو بھوکا ننگا رکھتا ہے اور انکو ایسی غربت دیتا ہے کہ گھر میں روشنی تک کا انتظام نہیں ہوتا۔۔ بھلا تو نے مجھے یہ دولت کیوں عطاء فرمائی؟ میں تیرے محبوب بندوں میں کا فرد نہیں ہوں۔ اور کبھی عذاب سے نجات دیکر میرے حال پر رحم فرما کیونکہ تو عظیم وستار ہے۔

صاحبزادے کی وفات کا واقعہ:☜

کسی قاری نے آپؒ کے سامنے بہت خوش حالی کے ساتھ قرآن کریم کی آیت تلاوت کی تو آپؒ نے فرمایا کہ میرے بچے کے نزدیک جا کر تلاوت کرو لیکن سورہ القارعۃ ہر گز مت پڑھنا کہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ آخرت کا ذکر سننے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ مگر قاری نے وہاں پہنچ کر اسی سورۃ کی قرأت کی اور آپؒ کے صاحبزادے اس دنیا سے ایک چیخ مار کر رخصت ہو گئے۔

اقوال:☜

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی زندگی کے احوال

زندگی کے آخری لمحات میں آپؒ نے فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر اس لیے رشک نہیں آتا کہ انکے لئے بھی قبر و قیامت اور جہنم و پل صراط کا مرحلہ ہے۔اور وہ بھی نفسی نفسی کے عالم سے گزریں گے اور ملائکہ پر اس لئے رشک نہیں کرتا کہ وہ انسانوں سے زیادہ خوف زدہ رہتے ہیں۔البتہ ان پر ضرور رشک آتا ہے جنہوں نے شکم مادر ہی سے جنم لیا ہے۔

وصیت:☜

انتقال کے وقت آپؒ کی دو صاحبزادیاں موجود تھیں۔ آپؒ نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے بعد ان دونوں کو کوہ ابو القیس پر لے جا کر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے عرض کرنا کہ فضیلؒ نے زندگی بھر انکی پرورش کی اور جب وہ اس دنیا سے چلا گیا تو اب یہ تیرے سپرد ہیں۔ چنانچہ بیوی نے اس وصیت پر عمل کیا اور ابھی دعا ہی میں مشغول تھیں کہ سلطان یمن ادھر سے گزرا اور اس نے آپؒ کی صاحبزادیوں کو اپنی کفالت میں لے کر انکی والدہ کی اجازت کے بعد اپنے دونوں لڑکوں سے شادی کر دی۔

وفات

عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ فضیلؒ کی موت کے وقت زمین و آسمان حزن و ملال میں غرق تھے۔